سلسلہ نمبر 63

دنیاوی زندگی کی حقیقت

مفتی محمد نعیم

الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

دنیاوی زندگی کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس خوبصورت دنیا کو نباتات، جمادات، حیوانات کے حوالوں سے اپنی قسم ہا قسم کی نعمتوں سے سجا رکھا ہے۔انسان کی طبیعت میں ان نعمتوں کی چاہت اور کشش بھی رکھی ہے۔ انسان ان نعمتوں کے ذریعے اپنی فطری ضرورتوں کو پورا بھی کرتا ہے۔یقیناان ضرورتوں کے پورا ہونے سے انسان کو سکون و اطمینان (Peace and Satisfaction) بھی نصیب ہوتا ہے۔ یہ سکون و اطمینان اس لیے بھی ضروری ہے تا کہ انسان اپنے رب کی بندگی کر سکے،رب کی بندگی ہی اس کی پیدائش کا مقصد حقیقی ہے اور اس مقصد کے تحت اسے عارضی طور پر اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔اس بندگی کی ابتداانسان کے بالغ ہونے کی عمر سے ہوتی ہے اور موت تک جاری رہتی ہے۔بندگی کا یہ عرصہ انسان کو اسی دنیا میں پورا کرنا ہوتا ہے۔گویا کہ یہ پر کشش دنیاانسان کی ضرورت بھی ہے اور اس کی کشش میں کھو کر رب کی بندگی سے غافل بھی نہیں ہونا۔جس نے اس احتیاط سے زندگی گذارلی اسے اس دنیا کے بعد کی زندگی ہیں جسے آخرت کی زندگی کہا جاتا ہے اس دنیا کی نعمتوں سے بدرجہا بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نوازا جائے گا۔دنیا اور اس

الجامعۃ النبویۃ العالمیۃ

کی نعمتوں کے مقابلے میں آخرت اور اس کی نعمتوں میں بنیادی فرق (Basic diference) ہی یہ ہے کہ دنیا اور اس کی نعمتیں عارضی اور ختم ہو جانے والی ہیں جبکہ آخرت اور اس کی نعمتیں مستقل اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ دنیا اور اس کی نعمتیں انسان کو صرف استعمال کے لیے دی جاتی ہیں اور واپس لے لی جاتی ہیں اور ان سے متعلق حساب کتاب بھی ہو گا جبکہ آخرت اور اس کی نعمتیں مستقل طور پر نہ صرف دے دی جائینگی، بلکہ ان میں بہتر سے بہتر اضافہ بھی ہوتا رہے گا، کبھی واپس نہیں لی جائینگی اور کسی قسم کی پوچھ گچھ بھی نہیں ہو گی۔ اس دنیا میں گذرنے والی انسانی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت ابھر کر (Become prominent) سامنے آتی ہے کہ اس زندگی کا واسطہ تین چیزوں سے ہے:

1 خود اللہ تعالیٰ کی ذات کی عبادت سے واسطہ، اس کا مشہور و معروف نام حقوق اللہ ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخنوں (Nail) تک کے تمام اعضاء اور بالغ ہونے سے لے کر موت تک کی زندگی کے تمام لمحات میں نبی ﷺ کے طریقوں کے مطابق مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی ''غلامی'' اختیار کر لے۔

2 رشتے داروں، پڑوسیوں، دوست احباب، معاشی تعلقات، سفر و تعلیم وغیرہ سے متعلق ساتھیوں سے واسطہ، اس کو حقوق العباد کے نام سے جانا جاتا ہے۔

3 خود انسان کی اپنی ضروریات سے واسطہ، اس کو حقوق النفس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں حقوق کی ادائیگیوں کے لیے انسان کو دنیا کی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے جس سے انکار ناممکن ہے۔اس لازمی ضرورت کے لیے مستقل ایک طرز زندگی ایسا ہونا چاہیئے جس کو اپنا کر اس دنیا میں بسنے والے (Habitant) تمام انسان، بیک وقت بغیر کسی پریشانی کے اپنی اپنی ذات سے متعلقہ ان حقوق کو ٹھیک ٹھیک ادا بھی کرتے رہیں اور دنیا کا امن و سکون بھی تباہ نہ ہو،تاکہ دنیا کے طے شدہ نظام کے خوش اسلوبی سے چلتے رہنے میں کوئی رکاوٹ بھی پیش نہ آئے۔ایسا طرز زندگی "اسلام" کے نام سے خود اللہ تعالیٰ ہی نے نبی ﷺ کے ذریعے عطا فرمایا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق، انسان کی ذاتی زندگی، تمام انسانوں کی اجتماعی مفادات کی اس دنیا میں رکھی جانے والی صلاحیتوں کے مطابق رعایت رکھی گئی ہے۔اسلام نے اس طرز زندگی کو "حیٰوۃ طیبہ" کا نام دیا ہے جس کے لیے ایمان و اعمال صالحہ بنیادی شرط ہیں۔اس طرز زندگی میں نہ دنیا کو چھوڑنا پڑتا ہے ،نہ انسان کی پیدائش کا مقصد فوت ہوتا ہے ،نہ اللہ تعالیٰ سے تعلق ٹوٹتا ہے اور نہ ہی آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی برباد ہوتی ہے۔

اس کے بالمقابل جتنے بھی طرز زندگی آج دنیا میں پائے جاتے ہیں اگر ان کا سرسری (By the way) بھی جائزہ لیا جائے تو ابھرنے والے ان حقائق کا

انکار ممکن نظر نہیں آتا کہ یہ تمام طرز زندگی انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے ہیں جن میں نہ دنیا کی صلاحیتوں کو مد نظر رکھا گیا ہے نہ حقوق اللہ کی رعایت کا خیال دکھائی دیتا ہے، نہ اجتماعی مفادات کی اہمیت سمجھی گئی ہے، نہ ذاتی زندگی کا کوئی لحاظ اپنی جگہ پا سکا ہے۔ آخرت کی زندگی کو بنیاد کے طور پر لیا گیا ہے نہ اپنی پیدائش کے مقصد پر نظر رکھی گئی ہے، نہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق کا ادنیٰ سا شائبہ پایا جاتا ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی طاقت، قوت، پکڑ، محاسبے (Check) کے خوف کو مانا گیا ہے۔ بس جس طرح، جیسے بن سکے دنیا کو حاصل کیا جائے، اپنے ہی قبضے میں رکھی جائے، یہی وہ طرز زندگی ہے جس کی بنیاد صرف اور صرف دنیا ہے اس طرزِ زندگی کو اگر قرآن کی زبان میں نام دیا جائے تو ''حیٰوۃ الدنیا'' کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے؟

حیٰوۃ الدنیا نامی طرزِ زندگی اختیار کرنے سے پہلے انسانی حوالے سے ایک تسلیم شدہ حقیقت پر غور کرلینا اور اختیار کرنے کے بعد بھی اس پر غور کرتے رہنا کتنا ضروری ہے؟ انسان کا روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ اس کی طرح کے سینکڑوں انسان مٹھی بند کیے ہوئے بالکل خالی ہاتھ اس دنیا میں آتے ہیں اور سینکڑوں انسان ہتھیلیاں کھولے ہوئے بالکل خالی ہاتھ اس دنیا سے واپس چلے جاتے ہیں (گویا یہ ایک خاموش پیغام ہے کہ آنے والا آتے ہوئے مٹھی بند کرکے دنیا پر اپنی حرص (Greed) کا اظہار کر رہا ہے اور جاتے ہوئے ہتھیلیاں کھول کر اپنی ناکامی اور بے بسی کا اعلان کر رہا ہے) کیا اس اٹل حقیقت کے تا قیامت برقرار

رہنے کے اعتراف کے بعد اس کی گنجائش باقی رہتی ہے کہ اس طرز زندگی کو زندگی کا مقصد بنا کر اختیار کیا جائے؟ کیا اس طرح زندگی کو اختیار کرنے والوں کے سینوں میں دھڑکتے دلوں کے ہوتے ہوئے قرآن کی زبان میں انہیں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ {لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا} (سورۂ اعراف آیت 179) "ان کے دل ہیں (مگر) وہ ان سے سوچتے سمجھتے نہیں" کیا ان کی آنکھوں میں بینائی کی طاقت ہوتے ہوئے انہیں یہ آئینہ دکھایا جاسکتا ہے۔ {لَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا} (سورۂ اعراف آیت 179) "ان کی آنکھیں ہیں (مگر) ان سے دیکھتے نہیں"۔ کیا ان کے کانوں میں سماعت کی قوت کا علم ہونے کے باوجود انہیں یہ اطلاع دی جاسکتی ہے {لَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا} (سورۂ اعراف آیت 179) "ان کے کان ہیں (مگر) ان سے سنتے نہیں۔"

حیٰوۃ الدنیا والا طرز زندگی اختیار کرنے سے پہلے کیا اس تحقیق کی ضرورت نہیں کہ خود اس دنیا کی حقیقت اس کے پیدا کرنے والے کے نزدیک کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے بھرپور اور واضح انداز میں اس کی حقیقت ارشاد فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخرت سے موازنہ فرماتے ہوئے ایک مثال کے ذریعے یوں ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی سمندر کے پانی میں انگلی ڈال کر نکال لے اور دیکھے کہ سمندر میں کیا کمی آئی۔ یعنی انگلی میں لگے ہوئے اس گیلے پن کو سمندر کے لامحدود پانی (Limitless water) سے جو نسبت ہوسکتی ہے دنیا کو

آخرت سے بس اتنی ہی نسبت سمجھو۔

ایک مرتبہ بکری کے ناک کان کٹے ہوئے مردار بچے کی حقارت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذہن میں نقش کراتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس طرح بکری کا یہ مردار بچہ تمہارے نزدیک ذلیل ہے اس سے کہیں زائد اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دنیا ذلیل ہے۔ (واضح رہے کہ اس سے وہی طرزِ زندگی مراد ہے جسے فقط دنیا ہی کو مقصد بنا کر اختیار کیا جائے) ان ارشادات مبارکہ کی روشنی میں اس ارشاد مبارکہ کو بھی ذہن نشین رکھا جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دنیا کی قیمت مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو اپنے نہ ماننے والوں کو پانی کا ایک گھونٹ بھی عنایت نہ فرماتے۔ کیا ان حقائق کے معلوم ہونے کے بعد اس طرزِ زندگی کو اہمیت دی جانی چاہیئے؟

حیٰوۃ الدنیا کے ظاہری نقصانات کی فہرست بھی خاصی طویل ہے:

1 انسان جو کہ اشرف المخلوقات (Most eminent of the created beings) ہے اس کی اپنی عزت کی، وجاہت کی، مرتبے کی، عہدے کی، باہمی محبت کی، مروت کی، باہمی شرم وحیا کی، باہمی ہمدردی (Sympathy) کی، بھائی چارگی (Fraternity) کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

2 دنیا ایک منڈی بن جاتی ہے، لوٹ مار کا بازار گرم رہتا ہے۔

3 باہمی اعتماد دم توڑ جاتا ہے۔

4 بدگمانی، توہم پرستی، خوف، دہشت عروج پر رہتی ہے۔

5 جنگ وجدل، قتل و غارتگری کا چلن عام ہو جاتا ہے۔

حیٰوۃ الدنیا کے باطنی نقصانات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسان گمراہی کے تاریک اور ڈھلوان راستے پر سرپٹ دوڑ رہا ہوتا ہے اور اس کے درج ذیل نتائج ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں:

1 اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی آرزو، امید اور تمنا ہی ختم ہو جاتی ہے (یہی گمراہی کی ابتدا اور پہلی منزل ہے)۔

2 دنیوی زندگی کی مصروفیت اتنی بڑھ جاتی ہے اور اس کے خیال میں دیوانگی کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اس فساد بھرے ماحول پر رضامندی پیدا ہو جاتی ہے (یہ گمراہی میں ترقی اور اس کی دوسری منزل ہے)۔

3 دنیوی زندگی کی طرف دل کا رجحان اتنا ہو جاتا ہے کہ اسی سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا (یہی گمراہی میں پختگی اور اس کی تیسری منزل ہے)۔

4 دنیا میں آنے والے زلزلوں (Earth Quake)، قحط، وبا (Famine)، طوفان (Storm)، پے درپے آفتوں، باہمی جنگوں (Wars)، کاروباری نقصانات، کساد بازاریوں، جانی مالی صدموں سے بھی ضمیر بیدار نہیں ہو پاتا (یہی گمراہی میں رچ بس جانا اور اس کی آخری منزل ہے۔)

حیٰوۃ الدنیا کے دنیوی نقصانات کو اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ دنیا کو مقصد بنا کر اس کے حصول میں انتہائی (Utmost) کوشش کرنے کے باوجود دنیا عطا کرنے والے کی طرف سے چاہت کے مطابق نہیں ملتی، مال کی کثرت کی خواہش رنج و غم اور حسرت و افسوس میں مبتلا رکھتی ہے (حیرت کا مقام ہے کہ پھر بھی لائن تبدیل کرنے کی نہیں سوجھتی۔)

حیٰوۃ الدنیا کے اخروی نقصانات کچھ اس طرح ہیں کہ دنیا سے جاتے ہوئے ان کے پاس کوئی ایسی دولت نہیں ہوگی جس کے ذریعے وہ آخرت کا سکھ چین حاصل کر سکیں' آخرت کی خیروں (بھلائیوں) میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم رہیں گے' اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کے مستحق قرار دیئے جائیں گے' جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا۔

یہ ہے حیٰوۃ الدنیا کی ہلکی سی جھلک جسے قرآن مجید نے کہیں فرمایا کہ دنیا کی چند روزہ زندگی بالکل حقیر سی زیب و زینت ہے، کہیں فرمایا کہ صرف دنیا میں برتنے اور استعمال کرنے کی چیزیں ہیں۔ کہیں اسے دھوکے کا عنوان دیا۔ کہیں اس بے ثباتی اور حقارت کو ذہن نشین کراتے ہوئے فرمایا {عَرَضَ الدُّنۡیَا} (سورۂ انفال آیت 67) کہیں {عَرَضَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا} (سورۂ نساء آیت 94) کہیں {عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰی} (سورۂ اعراف آیت 169) فرمایا (عرض اس چیز کو کہتے ہیں جس کا ذاتی کوئی وجود نہ ہو اور دوسروں کے سہارے (Support) ظاہر ہو سکے یہ انتہائی بے ثباتی اور حقارت کا بیان

ہے) کہیں فرمایا(دنیا میں) تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ(ایک دن) ختم ہو جائیگا ،کہیں فرمایا (قیامت کے دن ہم تم سے کہیں گے)اور جو کچھ ہم نے تم کو (دنیوی سازو سامان) (Equipment) عطا کیا تھا اسکو وہیں چھوڑ آئے (یعنی جس طرح دنیا میں بغیر ساز و سامان کے گئے تھے واپس بھی اسی طرح ہی آگئے۔)

خلاصہ یہ کہ اس کی ظاہری حالت چاہے کچھ ہی کیوں نہ نظر آرہی ہو حقیقتاً یہ مقصد زندگی بنالینے کے قابل ہے ہی نہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس میں کشش ضرور رکھی ہے لیکن اپنے ماننے والوں کے لیے اس معنیٰ میں کہ وہ اسے رغبت (Wish) سے حاصل کریں اور اپنی دنیوی ضرورتوں اور اخروی فائدہ مند کاموں میں استعمال کرلیں۔اپنے نہ ماننے والوں کے لیے اس معنیٰ میں کہ وہ اسے ہی اپنا مقصد زندگی بنانا چاہتے ہیں تو پوری رغبت سے اس کے حصول میں لگ کر حقیقی مقصد(Real aim) زندگی سے غافل ہی رہیں(یہ بھی عذاب ہی کی ایک صورت ہے۔)

حق کی راہ تلاش کرنے اور کامیابی والی زندگی کی جستجو رکھنے والوں کے لیے اسلامی تعلیمات کے ذخیرے(Store) میں اتنی کافی وشافی وضاحتیں عنایت فرمائی گئی ہیں جنہیں نہ صرف عقل تسلیم کرتی ہے بلکہ انہیں جھٹلایا بھی نہیں جاسکتا۔ صاحبان عقل و شعور جنہیں پڑھنے کے بعد پورے اطمینان سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حیٰوۃ الدنیا والے طرز زندگی کے خاطر خواہ مفید نتائج اس دنیا میں نہیں نکلتے، دنیا کا امن و سکون اسی اکثریت کی وجہ سے

تباہ (Spoiled) رہتا ہے اور آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ والی یقینی و حقیقی زندگی میں تو اس کی افادیت (فائدہ پہنچنا) ذرہ برابر بھی نہیں ہے اس کے باوجود اگر کوئی اس طرز زندگی کو اختیار کیے رکھتا ہے تو وہ نابالغ و بے شعور بچوں کی طرح بے مقصد کھیل کود والی حرکتوں میں مبتلا (Involved) ہے، یا وہ جانوروں والی بے حس زندگی گذارتے ہوئے فقط دنیا کے موہوم، (فرضی و غیر یقینی) مذموم، (برے، نفرت کیے گئے) مبغوض، (ناراضگی بھرے) ملعون (رحمت سے دور کیئے ہوئے) نفع کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور اپنے آپ کو { خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ } کا مصداق بنادیئے جانے پر مصر (اڑا ہوا) ہے یعنی دنیا اور آخرت دونوں کو کھودینا چاہتا ہے اور یہی محرومی کی انتہا ہے۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف و کرم سے امت مسلمہ کے ہر ہر فرد کو اس سے تاحیات محفوظ رکھے۔ (آمین)

فقہی مسائل

مسئلہ: جو کھیل دین سے گمراہ ہونے یا دوسروں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنے یا جس سے شریعت کا کوئی حکم ٹوٹ رہا ہو ناجائز اور حرام ہے۔

مسئلہ: ایسے تمام کھیل جن سے تفریح طبع اور جسمانی صحت کا مقصد حاصل ہوتا ہو اور جن سے حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کی ادائیگیوں میں کوتاہی اور غفلت واقع نہ ہوتی ہو، جائز ہیں۔

مسئلہ: ایسے تمام کھیل جن کے لازمی لباس میں کھیلنے والے کا ستر ننگا رہتا ہو یا

اس کے اعضاء کی بناوٹ ظاہر ہوتی ہو،اس کھیل کا کھیلنااور دیکھنا ناجائز ہے۔

مسئلہ :ایسے تمام کھیل اور کام جن سے ذہنی، جسمانی، دنیوی،اخروی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو،انہیں چھوڑ دینا ضروری ہے۔

مسئلہ : کھیلوں کا جو سامان کفر وگمراہی یا حرام و معصیت ہی کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت اور خرید وفروخت بھی حرام ہے۔

مسئلہ : کھیلوں کا جو سامان شریعت کی بتلائی ہوئی تعلیمات اور شرائط کے مطابق ہو،اس کا استعمال اور خرید وفروخت جائز ہے۔

مسئلہ :جس سامان کو جائز اور ناجائز دونوں طرح کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے اس کی تجارت جائز ہے البتہ ناجائز کاموں میں استعمال کرنے والے کو اس کے استعمال کا گناہ ملے گا۔

مسئلہ : فحش ناول و ڈائجسٹ، جرائم پیشہ لوگوں کے حالات پر مشتمل قصے، فحش اشعار پر مشتمل مواد کا پڑھنا اور فحش تصاویر دیکھنا، دکھانا اور کھنا نیز اس کی خرید وفروخت حرام ہے۔

مسئلہ :ایک عامی مسلمان کے لیے اہل باطل کا گمراہ کن لٹریچر پڑھنا،ان کی مجالس میں شریک ہونا،ان سے قلبی تعلقات رکھنا ناجائز ہے البتہ محققین علماء کے لیے ان کے لٹریچر پڑھنے کی اجازت ہے۔

مسئلہ :ضروریات زندگی پورا کرنے کے لیے معاشی ذرائع اختیار کرنا فرض

ہے۔

مسئلہ: معاشی ذرائع میں اس طرح مشغول ہو جانا جس سے حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگیاں متاثر ہوتی ہوں، ناجائز ہے۔

مسئلہ: معاشی ذرائع میں اس طرح مشغول رہنا جس سے ذاتی صحت متاثر ہوتی ہو، ناجائز ہے۔

مسئلہ: اپنی اور جن جن کی کفالت شریعت کی طرف سے اپنے اوپر لازم ہے، ان کی ضروریات پر بقدر ضرورت مال خرچ کرنا فرض ہے۔

متاعِ حسن

مَتَاعًا حَسَنًا: بمعنٰی "پرسکون زندگی"۔ حیاتِ طیبہ: بمعنٰی "پاکیزہ زندگی" یہ ایک ہی زندگی کے دو مختلف نام ہیں اس زندگی کا تعلق ظاہر سے زیادہ باطن کے ساتھ ہے جسمانی سے زیادہ روحانی زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو عطا فرماتے ہیں جن کے نظریاتی اور ذہنی عقائد اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوتے ہیں اور ان کے جسم سے نکلنے والے اعمال اللہ تعالیٰ کے حکموں، نبی کریم ﷺ کے طریقوں اور شریعت کی بتلائی ہوئی تعلیمات کے مطابق ہوتے ہیں، قطع نظر کہ اس شخص کی دنیاوی زندگی آسودگی کے اسباب کے تحت گزر رہی ہو یا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف قسم کی تنگدستیوں اور تکالیف میں مبتلا رکھا گیا ہو، اس زندگی کو اللہ سے تعلق والی زندگی بھی کہا جاتا ہے جس میں لمحہ بھر کے لیے ذرہ برابر بھی اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کا یا غافل رہنے کا عنصر بھی

نہیں پایا جاتا اس زندگی کے حامل انسان پر شیطان کا بھی کوئی داؤ نہیں چلتا جیسا کہ ایک مقام پر ارشاد ہے {اِنَّہٗ لَیۡسَ لَہٗ سُلۡطٰنٌ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ} (سورۂ نحل آیت 99) ''اس کا زور نہیں چلتا ان پر جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں''۔ جبکہ اپنے نفس کی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مقابلے میں قربان کرکے نفس کو بھی مطیع وفرمانبردار بنالیتے ہیں، لہٰذا نفس و شیطان کے شرور سے محفوظ رہتے ہوئے اس کی زندگی گزرتی ہے اور کبھی نفس و شیطان کے شرور سے مغلوب ہوجائے تو توبہ واستغفار کے ذریعے اس کی تلافی کرلیا کرتا ہے، ایسا شخص اگر مال واسباب کی فراوانی کا حامل ہوتا ہے تو بھی اللہ سے غافل نہیں رہتا اور اگر مختلف قسم کی آزمائشوں میں مبتلا کیا جاتا ہے تو اس کا دل ان آزمائشوں (Exam) کا تاثر لیے بغیر اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اس سے اپنے تعلق کو کمزور نہیں ہونے دیتا جس کے نتیجے میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ زندگی عطا کی جاتی ہے جسے آیات قرآنی میں متاع حسن اور حیات طیبہ کا نام دیا گیا ہے۔

اس زندگی کے اختیار کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ایسی قدردانی ہوتی ہے جس کی طرف ایک مقام پر ارشاد فرمایا {وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ} (سورۂ طلاق آیت 3) ''اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے پس وہی اس کے لیے کافی ہے'' اور جہاں تک اس کی دنیاوی ضرورتوں کی کفالت کا تعلق ہے ارشادِ خداوندی ہے {وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا

يَحْتَسِبُ } (سورۂ طلاق آیت 3) ''اور وہ ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں کا وہ گمان بھی نہیں رکھتا۔'' جہاں تک دنیا میں پیش آنے والے معاملات کا تعلق ہے اس کے متعلق اطمینان دلایا گیا ہے { وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا } (سورۂ طلاق آیت 4) ''اور جو کوئی اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہے تو اللہ (تعالیٰ) اس کے کام میں آسانی کر دیتا ہے۔''

لہٰذا ذہنی طور پر اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے کہ بعض اوقات ایسے لوگوں پر تنگدستی کے حالات آتے ہیں، جبکہ فراوانی کے اسباب نافرمانوں کے پاس دکھائی دیتے ہیں اس لیے کہ جسے قرآن نے متاع حسن اور حیاتِ طیبہ کہا ہے اس کا تعلق دنیا کی کسی چیز کے ساتھ ہے ہی نہیں، اس کا تعلق تو براہِ راست انسان کے قلب اور روح کے ساتھ ہے اور اس زندگی کے حامل لوگ اس اعتبار سے انتہائی پر سکون ہوتے ہیں جیسا کہ حسن بصریؒ کی طرف منسوب اس قول سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اگر بادشاہوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں کو کتنا اطمینان حاصل ہے تو وہ ملکوں پر حملہ کرنے کے بجائے ہمارے دلوں پر حملہ شروع کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر زندہ انسان کو دل اور روح سے نوازا ہے اور اس زندگی کے حاصل کرنے کا راستہ ہر شخص کے لیے کھلا ہوا ہے، اپنے دل پر محنت کر کے اسے اس قابل بنا سکتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ''متاع حسن'' یا ''حیاتِ طیبہ'' حاصل ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر شخص کو پر سکون اور پاکیزہ زندگی حاصل کرنے کے لیے دنیاوی و مادی اسباب کے جمع کرنے کی محنت کے بجائے اپنے دل اور روح کی اصلاح (Reforming of Soul) کی محنت کرنی چاہیے، جہاں تک دنیاوی اسباب کا تعلق ہے یہ تو مقدر سے طے شدہ ہے اور ہر حال میں حاصل ہو کر رہیں گے اور بذاتِ خود ان اسباب کا جمع ہو جانا یا نہ ہونا اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی نظر میں کامیابی کا معیار بھی نہیں۔

تجرباتی و مشاہداتی نچوڑ:

دانشوران قوم نے اپنے اپنے انداز میں اس دنیا کو اپنے تجربات کی روشنی میں جانچ کر اور اپنے مشاہدات کے تناظر میں پرکھ کر دنیا اور اس کے متعلقات کے بارے میں اپنی رائے قائم کی ہے اور اپنے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ دنیا والوں کے سامنے پیش کیا ہے جس کو مد نظر رکھ کر زندگی کا لائحۂ عمل ترتیب دیا جاسکتا ہے۔

1 جو شخص چالیس (40) سال کی عمر سے بڑھ جائے اور اس کی خیر اس کے شر پر غالب نہ ہو تو اسے دوزخ کی تیاری کر لینی چاہیے۔

2 قارون بننے کی تمنّا کُتّا ریس ہے اس دوڑ میں انسان شریک نہیں ہو سکتا۔

3 کتّوں کی ریس میں جو جیتے گا ہو گا تو وہ کتّا ہی نا؟

4 لاپرواہی خیانت کی پہلی سیڑھی ہے۔

5 امانت داری فراوانئ رزق کی چابی۔ خیانت تنگئ معاش و عدم سکون کا

پھاٹک ہے۔

6 ہر وہ حد، جس سے گزر کر تم دوسرے انسانوں کے لیے کسی بھی طرح کی پریشانی کا باعث بن جاؤ وہ انتہاپسندی ہے۔

7 اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ خدا دولت سے کتنی نفرت کرتا ہے تو ان لوگوں کو دیکھیں جن کو خدا نے دولت دے رکھی ہے۔

8 امیروں سے نفرت کرنے والا غریب اور غریبوں سے نفرت کرنے والا امیر دونوں یکساں درجے کے مجرم ہیں۔

9 فخر یہ ہے کہ میں بھی ہوں، غرور یہ ہے کہ بس میں ہی ہوں۔ اگر فخر اپنی حد سے باہر نکل جائے تو فخر اور غرور میں فرق نہیں رہتا۔

10 خدا جس کو زمین پر عاجز کرنا چاہتا ہے اس سے عاجزی چھین لیتا ہے۔

11 سب سے بڑا حسد کسی کے ساتھ اپنا مقدر تبدیل کرنے کی خواہش کرنا ہے۔

12 جو شخص اپنی قسمت پر راضی نہیں ہوتا وہ خدا کی ناراضی مول لیتا ہے۔

13 جو تمہارے پاس ہے اس پر قناعت کرنا خدا کا شکر بجالانے کے مترادف ہے۔

14 مضبوط انسان دو (2) قسم کے ہوتے ہیں:

(i) وہ غریب جو دولت مندوں کی دولت دیکھ کر حسد نہیں کرتے اور نہ

دولت کی حرص انہیں بے چین کرتی ہے۔

(ii) وہ دولت مند جو اپنی دولت پر غرور نہیں کرتے اور نہ اپنی دولت سے دوسروں کو خوف زدہ کرتے ہیں۔

15 دوسروں سے ستائش (تعریف) چاہنا اپنے اوپر عدم اعتماد کی علامت ہوتی ہے۔

16 لوگوں کے حق میں بُرا سوچنے والا اپنے حق میں اچھا نہیں سوچ سکتا۔

17 طمع (لالچ) کرنا مفلسی، بے غرض ہونا امیری، بدلہ نہ چاہنا صبر ہے۔

18 کسی پر لعن طعن نہ کیجیے ایسا کرنے سے آپ کے اندر اخلاقی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

19 بخیل دنیا میں فقیروں جیسی زندگی گزارے گا اور آخرت میں امیروں جیسا حساب بھگتے گا۔

20 آدھے غم انسان دوسروں سے توقعات وابستہ کر کے خرید لیتا ہے۔

21 اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے اُمید نہ رکھو اپنے گناہوں کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو۔

22 جو اللہ تعالیٰ کا وفادار نہیں وہ کسی سے وفا نہیں کر سکتا۔

23 اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے کے لیے سب سے پہلا مقام توبہ ہے۔

24 عقل کی حد ہو سکتی ہے، لیکن بے عقلی کی نہیں۔

25 عقل کی فضیلت فضول کے ترک میں ہے۔

26 لایعنی (ایسا کام جس کا نہ دنیوی فائدہ ہو نہ اخروی) میں مشغول ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اعراض فرمار کھا ہے۔

27 شقاوت کی علامات تین (3) باتیں ہیں:

(i) علم دیا جائے عمل سے محروم کر دیا جائے۔

(ii) عمل کی توفیق دی جائے اخلاص سے محروم رکھا جائے۔

(iii) صالحین کی صحبت میسر ہو لیکن ان کے احترام سے محروم ہو۔

28 طالب دنیا کو علم پڑھانا رہزن کے ہاتھ میں اسلحہ فروخت کرنا ہے۔

29 علم کا پڑھنا اور اس کا بڑھنا بے فائدہ ہے جب تک کہ اطاعت اور خوف ساتھ ساتھ نہ رہے۔

30 استاد کا احترام علم حاصل کرنے کی پہلی شرط ہے۔

31 نااہل کی تربیت کرنا ایسا ہے جیسے گنبد پر اخروٹ رکھنا۔

32 احمقوں کو نصیحت کرنا بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنے کے برابر ہے۔

33 طالب علم دنیا سے محبت نہ رکھے کہ یہ مسلمان کا گھر نہیں، شیطان سے دوستی نہ رکھے کیونکہ وہ مسلمان کا رفیق نہیں، کسی کو تکلیف نہ دے کہ یہ مسلمان کا پیشہ نہیں۔

34 ایسا طریق تعلیم کس کام کا جو لڑکوں کو روزی کمانا تو سکھاتا ہے لیکن سلیقے

سے زندگی بسر کرنا نہیں سکھاتا۔

35 اے دنیا کے لوگو! اللہ (تعالیٰ) کو کبھی یہ نہ بتاؤ تمہاری مصیبت کتنی بڑی ہے۔ تم اپنی مصیبت کو یہ بتاؤ تمہارا اللہ (تعالیٰ) کتنا بڑا ہے تم دکھ اور تکلیف سے رہائی پا جاؤ گے۔

36 جو اکڑتے ہیں وہ اکھڑتے ہیں جو جھکتے ہیں وہ سلامت رہتے ہیں۔

37 شرافت سے جھکا ہوا سَر، نِدامت سے جھکے ہوئے سر سے بہتر ہے۔

وما توفیقی إلا باللہ

قارئین کرام کی توجہ کیلئے

موجودہ معاشرے اور نوجوان نسل کے اذہان کے تناظر میں دینی رہنمائی کیلئے وقت کی تنگی اور مطالعہ کی کمی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مختصر رسالے شائع کیے جاتے ہیں۔ ان رسالوں کی اشاعت کا مقصد گھر گھر اور ذرہ ذرہ دینی معلومات کو پہنچانا اور خالصتاً للہ امت کی اصلاح مطلوب ہے۔

اس نیک مقصد میں آپ بھی معاون بن کر حسب توفیق اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ ماہانہ ایک ہزار (=/1000) روپے سے باقاعدہ ممبرشپ حاصل کرسکتے ہیں۔ آپ کے دیے ہوئے ایڈریس سے مقررہ تاریخ اور مقررہ وقت پر ہمارا نمائندہ رسید کے ساتھ وصول کرتا رہے گا۔

قارئین کرام اپنی استعداد کے مطابق ایک ہزار سے کم اور زیادہ رقم سے بھی ممبرشپ حاصل کرسکتے ہیں، نیز کل سالانہ رقم یکمشت بھی ادا فرما سکتے ہیں۔

اس کے عوض شائع ہونے والا ہر رسالہ (جو مختلف موضوعات پر ہوتا ہے) بذریعہ ڈاک آپ کو ارسال کیا جاتا رہے گا۔

قارئین کرام اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کیلئے اپنی خواہش کے مطابق عامۃ الناس کی دینی رہنمائی کا فریضہ ادا کرسکتے ہیں۔

آپ جامعہ بنوریہ عالمیہ کے دیے ہوئے آن لائن اکاؤنٹ میں بھی رقم جمع کرواکر بنک سلپ دے کر رسید حاصل کرسکتے ہیں۔

الملتمس: مفتی محمد نعیم رئیس و شیخ الحدیث الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ سائٹ کراچی

اپیل!

بحمد اللہ تعالیٰ اسماء و صفات اور مختلف موضوعات پر مشتمل اصلاح امت کے عنوان سے پابندی سے آنے والے رسالے عوام الناس میں پذیرائی حاصل کر رہے ہیں۔ اس کار خیر میں حصہ ڈالنے کے لیے قارئین سے اپیل کی جاتی ہے کہ اپنی بساط کے مطابق اس کی نشر و اشاعت میں حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کریں۔

رقم جمع کرانے کیلئے اکاؤنٹ

Jamia Binoria Trust
UBL,S.I.T.E.,Karachi,Pakistan

رابطہ کیلئے: مولانا محمد جنید صاحب

02132575228+02132575229
موبائل: 0322-2394550

0300-3970930